© rasailojaraid.com

التقریظ والانتقاد

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی کے سیاسی مکتوبات

(سعید احمد اکبر آبادی)

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کا زمانہ تاریخِ ہند کا ایک نہایت پُر آشوب و پُرفتن زمانہ تھا اکبر و جہانگیر کے تخت کا وارث ایک کٹ پتلی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا ملک میں ہر طرف طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی مشرق میں انگریز اور اودھ والے۔ مغرب میں سکھ۔ جنوب میں مرہٹے اور راجپوت، اور گنگا جمنا کے دوآبہ میں روہیلہ پٹھان اپنی اپنی حکومت قائم کرنے کے جتن کر رہے تھے۔ سوسائٹی کا شیرازۂ زندگی پراگندہ ہو گیا تھا۔ لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا ان حالات میں یہ کیوں کر ممکن تھا کہ شاہ ولی اللہ ایسا زبردست مفکر و صاحبِ نظریہ سب کچھ دیکھتا اور حالات کو بدل کر ایک صالح سوسائٹی پیدا کرنے کی فکر نہ کرتا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیفات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ایک نہایت جامع اور وسیع انقلابی پروگرام کے حامل تھے انھوں نے ایک عظیم المرتبت مجدد و مفکر کی حیثیت سے اپنے عہد کی ہر قسم کی سیاسی، سماجی اقتصادی۔ اور مذہبی و اخلاقی زبوں حالی کا جائزہ دقیقہ رسی کے ساتھ لیا اُس کو برملا اور علی الاعلان بیان کیا اور اس صورتِ حال کا جو کامیاب علاج ہو سکتا تھا اس کو بار بار اور مختلف اسالیب بیان کے ساتھ پیش کیا لیکن باایں ہمہ یہ چیز برابر کھٹکتی اور خلش کا باعث بنتی رہی کہ شاہ صاحب نے اپنی دعوتِ انقلاب کو صرف فکر و نظر اور تحریر و تقریر تک محدود رکھا اور حضرت مجدد الف ثانی کی طرح انقلاب پیدا کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا اس خلش کی وجہ یہ تھی کہ پیش نظر حضرت شاہ صاحب کی صرف تصنیفات تھیں اور ان کے علاوہ کوئی سرمایۂ معلومات ایسا نہیں تھا جن کی روشنی میں

---

[۱] مرتبہ جناب خلیق احمد صاحب نظامی لکچرر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کتابت و طباعت بہتر تقطیع متوسط قیمت مجلد ہے
پتہ:- احتشام احمد صاحب نظامی نفیس منزل مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب کی عملی جد و جہد کا بھی کچھ پتہ مل سکتا۔

جو لوگ حضرت شاہ صاحب کی عظمتِ فکر و شخصیتِ بلند سے آگاہ ہیں ان سب کو شکر گذار ہونا چاہئے جناب مولوی خلیق احمد صاحب نظامی ایم۔ اے کا کہ انھوں نے حضرت اقدس کے سیاسی مکتوبات کا کھوج لگا کر اور ان کو نہایت خوبی اور عمدگی سے مرتب و مہذب کر کے آج اس خلش کے دور ہونے کا سامان بہم پہنچا دیا ہے اور قارئین کا تو معلوم نہیں حال کیا ہوگا راقم الحروف کو جب یہ کتاب ملی اور فوراً اس کو از اول تا آخر پڑھا تو کہہ نہیں سکتا کہ کس قدر مسرت و شادمانی اس خیال سے ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیفات پڑھ کر راقم الحروف نے شروع سے جو خیال قایم کر رکھا تھا اور جو ٹھوس مواد نہ ملنے کی وجہ سے صرف قیاس آرائی کی حد تک محدود تھا آج وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کتاب میں پروفیسر محمد حبیب اور شیخ عبد الرشید کے تعارف و تقریب کے بعد پہلے خود فاضل مرتب کا ایک محققانہ اور طویل مقدمہ ہے جس میں انھوں نے حضرت شاہ صاحب کے عہد کے حالات پر بڑی دلکش زبان میں روشنی ڈال کر مکتوبات کا جائزہ لیا اور ان کی اہمیت و مباحث پر گفتگو کی ہے اس کے بعد اصل مکتوبات ہیں جو سب فارسی زبان میں ہیں اور گنتی میں چھبیس ہیں۔ اصل مکتوبات کے بعد ان کا اردو ترجمہ ہے جو صفحہ ۹۱ سے ۱۵۳ تک پھیلا ہوا ہے ترجمہ کے بعد حواشی ہیں جن میں مکتوبات کے بعض اشاروں کے متعلق تاریخی حوالجات بڑی محنت سے بہم پہنچائے گئے ہیں پھر ضمیمہ جات کا ایک باب ہے جس میں حضرت شاہ صاحب کے سوانح و حالات اور تصنیفات اور حضرت شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ کی ایک فہرست مع ان کے اسماء اور تاریخہائے تخت نشینی و تخت گذاری کے احمد شاہ ابدالی، نجیب الدولہ، نواب مجد الدولہ، مولانا سید احمد یعنی حضرت شاہ صاحب کے اہم اور نمایاں تر مکتوب الیہم کے حالات و سوانح کا ذکر مؤرخانہ طور پر کیا گیا ہے۔ سب سے آخر میں ان مختلف زبانوں کے ماخذ کی فہرست ہے جن سے ان مکتوبات کی جمع و تدوین میں مدد لی گئی ہے اس تفصیل سے یہ واضح ہوگا کہ یہ کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس طرح حضرت شاہ صاحب سے عقیدت و ارادت رکھنے اور ان کے ایک ایک لفظ کو حرز جاں سمجھنے والوں کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے اسی طرح ہندوستان کی اٹھارہویں صدی کی تاریخ کے ایک طالب علم کے لئے بہت قیمتی اور لائق قدر ہے۔

ان خطوط کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی نظر زوال کے اسباب پر کس قدر گہری تھی اور ان کے دل میں اس صورت حال کے باعث درد وغم کا کیسا بے پناہ ہجوم تھا جو انھیں ہر وقت سراسیمہ و آشفتہ زیر بار رکھتا تھا اس حقیقت کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اصلاح و انقلاب کا جو پروگرام تیار کیا تھا وہ کس درجہ وسیع۔ ٹھوس اور وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ تھا یہ ایک ایسا زمانہ تھا جب کہ یورپ میں صنعتی انقلاب پیدا ہو رہا تھا اور جاگیرداری نظام ختم ہونے والا تھا۔ حضرت شاہ صاحب بھی اس کے حامی ہیں اور وہ بادشاہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی جاگیریں ختم کر دی جائیں۔ جاگیرداری سسٹم کو ختم کرنے کی طرف یہ پہلا قدم تھا۔

حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے اس کی کوشش کی کہ دلی کے بے جان بادشاہ میں کسی طرح جان پڑ جائے اور مرکزی حکومت کی پرانی عظمت واپس آ جائے مغل بادشاہ احمد شاہ اور اس کی والدہ کو حضرت شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ ماں بیٹے دونوں خود حضرت موصوف کے مکان پر آتے تھے اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے تھے (مکتوب دہم) حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ کو اصلاح و انقلاب کا ایک نہایت واضح اور جامع پروگرام دیا۔

ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں

بادشاہ کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ ادھر بنگال میں علی وردی خاں پیرانہ سالی کے باوجود مرہٹوں اور ان کے ساتھ اسلام دشمن پٹھانوں کو کبھی بہار میں اور کبھی اڑیسہ میں اور کبھی خود بنگال میں شکستوں پر شکستیں دے رہا تھا لیکن ادھر بادشاہ (محمد شاہ) نے پچیس لاکھ صوبۂ بنگال اور دس لاکھ صوبۂ بہار کی طرف سے بطور چوتھ کے مرہٹوں کو ہر سال دینا منظور کر لیا اور اس طرح گویا مرہٹوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار کو جواز کی دستاویز لکھ دی گئی محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا اکلوتا لڑکا احمد شاہ ۱۷۴۸ء میں بادشاہ ہوا تو چونکہ بچپن سے لے کر اکیس سال کی عمر تک یعنی تخت نشین ہونے سے ایک سال پہلے تک اس کی پرورش عورتوں کے جھرمٹ میں اور محل شاہی کے عشرت افزا ماحول میں ہوئی تھی اس لئے یہ امور سلطنت و حکومت سے بالکل بیگانہ تھا چنانچہ بادشاہ ہوتے ہی اس نے تمام کاروبار حکومت جاوید خاں نامی ایک خواجہ سرا کے سپرد کر دیا اور خود عیش و عشرت کی داد دینے میں مصروف ہوگیا" سبک عقلی اور دل و دماغ کی تہی دامنی سے نوبت یہاں تک پہنچی ایک مرتبہ ایک شیر خوار بچہ کو پھولوں کے تختہ پر بٹھا کر اعلان کیا کہ یہ بچہ شہنشاہ ہے اور امراء و حکام کے سبھوں کو حکم دیا کہ اس بچہ کو آکر سلام کریں اور آداب شاہی بجا لائیں ایک مرتبہ ایک تین سال کے بچہ کو پنجاب کا گورنر اور دوسرے دو سالہ بچہ کو اس کا نائب مقرر کیا پس ظاہر ہے کہ ایسے بے مغز و بے حس بادشاہ سے کیا توقع ہو سکتی تھی، اب حضرت شاہ صاحب نے اس طرف سے مایوس ہوکر ان طاقتوں کا جائزہ لیا جو اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ملک میں ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان سب طاقتوں یعنی انگریز، مرہٹہ، جاٹ اور سکھ میں سب سے زیادہ صالح عنصر روہیلوں کا تھا جنہوں نے ہمالہ کے دامن سے اٹھ کر تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حکومت "از گنگ تا سنگ" قائم کر لی تھی اور جو عدل و انصاف، ہمت و جرأت، بیدار مغزی اور انتظامی و حربی صلاحیتوں کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھے، اب حضرت شاہ صاحب کی نگاہ انتخاب نے ان کو تاکا چنانچہ اس مجموعہ میں آٹھ خطوط روہیلہ سردار نجیب الدولہ کے نام ہیں جن میں حضرت شاہ صاحب مکتوب الیہ کی عجب عجب طریقہ سے حوصلہ افزائی کرتے اور ہمت بندھاتے ہیں کبھی اس کو راس المجاہدین کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور کبھی رئیس الغزاۃ لکھ کر اس کے کلاہ افتخار کو تا بفلک پہنچاتے ہیں، ایک خط میں کس امید اور ولولہ کے ساتھ لکھتے ہیں

"آنچہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائید ملت دامت مرحومہ در پردہ آں مصدر خیر ظہور می کند۔"

نجیب الدولہ کو دہلی پر حملہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی تاکید ہے کہ راستہ میں بادشاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کسی شخص پر بھی خواہ مسلمان ہو یا ہندو ظلم نہ ہونے پائے (مکتوب پنجم) ایک خط میں فرماتے ہیں کہ "جب تم دہلی کے ارادہ سے چلو تو مجھ کو اطلاع کر دینا تاکہ تم اپنا کام کرو اور میں خدا کے فرمان کے مطابق اپنا کام کروں (مکتوب ہفتم)

نجیب الدولہ کس عظمت و شان کا انسان تھا جس سے حضرت شاہ صاحب نے یہ توقعات قایم کر لی تھیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے اوصاف و کمالات کی وجہ سے بقول فاضل مرتب کے ۱۷۶۱ء سے ۱۷۷۰ء تک دلی کا ڈکٹیٹر بنا رہا جواہر سنگھ کی فوج نے جس میں مرہٹے، جاٹ اور سکھ تینوں شامل تھے دلی پر حملہ کیا تو نجیب الدولہ نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا علما کا اس درجہ قدر دان تھا کہ بقول حضرت شاہ عبدالعزیز کے اس کے جلو میں نو سو علما رہتے تھے مذہبی درد کا یہ عالم تھا کہ نجیب آباد ضلع بجنور میں ایک عربی کا مدرسہ قایم کیا تھا جس کو مولانا عبیداللہ سندھی شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک کا دوسرا مرکز (مدرسہ رحیمیہ کے بعد) بتاتے ہیں "اس کے عدل و انصاف کا یہ حال تھا کہ " وہ جس وقت بستر مرگ پر آخری سانس لے رہا تھا تو اس نے اپنی فوجوں کو (جو اس کے ساتھ ہاپوڑ کے مقام پر تھیں اور اس کے قریب ہی گڑھ مکتیشر کا ہندوؤں کا میلہ ہو رہا تھا) حکم دیا کہ میلہ میں آنے جانے والے ہندوؤں کے جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔"

خطوط کے فاضل مرتب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "نجیب الدولہ نے مغلیہ سلطنت کو بچانے کے لئے وہی سب کچھ کیا جو سلجوقیوں نے خلفاء بنی عباس کے اقتدار کو قایم رکھنے کے لئے کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ جس طرح ملک شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں میں پھوٹ پڑ گئی اور سلاجقہ کی مرکزی حکومت مختلف حصوں بخروں میں بٹ جانے کی وجہ سے اتنی کمزور ہو گئی کہ یہ لوگ خلافت بغداد کے گرتے ہوئے ستون کو تو کیا تھامتے۔ خود اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکے اور آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ نہ سلجوقی رہے اور نہ عباسی اسی طرح روہیلوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے — اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

انگریز، مرہٹے، جاٹ اور سکھ تو ان کی جان کے دشمن تھے ہی اودھ کا علاقہ ان کے پڑوس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تھا اس بنا پر ان کے سب سے بڑے حریف صفدر جنگ اور جس کے جانشین تھے۔ آخرانھیں لوگوں نے انگریزوں کے ساتھ سازباز کرکے روہیلکھنڈ میں اس طبقۂ صالحہ کا اقتدار ختم کر دیا۔

اس بنا پر صرف نجیب الدولہ کی طاقت وقوت دہلی کی مرکزیت کو زندہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی تھی اور ضرورت تھی کہ اس طاقت کو کسی اور ذریعہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم بنایا جائے چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے اسی مقصد کے لئے احمد شاہ درانی کو ایک خط لکھا جو اس مجموعہ کا دوسرا خط ہے اگرچہ اس مجموعہ میں احمد شاہ درانی کے نام حضرت شاہ صاحب کا یہی ایک خط ہے لیکن قیاس اور اس خط کا طریقِ خطاب بتاتا ہے کہ حضرت موصوف اور درانی کے درمیان مستقل خط وکتابت تھی اور ولایتِ علم وتقدس کے شاہ نے ایک شاہِ افسر وا ورنگ کے نام اور بھی خط بھیجے ہوں گے تاہم یہ خط بھی کافی طویل ہے اور اگر اس کو غور سے پڑھا جائے تو محسوس ہوگا کہ لکھنے والے نے اپنے دل کی تمام دھڑکنوں اور دماغ کے طریقِ فکر کی سب عمدہ صلاحیتوں کا عطر کشید کرکے الفاظ وحروف کی ایک شیشیِ ہمہ رنگ میں بھر دیا اور پھر صفحۂ قرطاس پر اسے بکھیر کر ایک نیرنگِ مشام ونظر بنا دیا ہے۔ یہ خط جس طرح حضرت شاہ صاحب کے درد وگداز اور سوز وتپشِ اندرونی کا آئینہ دار ہے۔ اس سے یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی سیاسی بصیرت اقتصادی ومعاشی معاملات کی فہم اور تاریخی وجغرافیائی معلومات کی وسعت اور ریاستی امور میں دقتِ نظر کا کیا عالم تھا۔ اس خط کا تجزیہ کرنا اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے بلا شبہ یہ خط حضرت شاہ صاحب کے قبائے شرف ومجد میں ایک تکمۂ زریں کا حکم رکھتا ہے اور اس کا اندازہ اس کے مطالعہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ یہ مکتوبِ گرامی اور دوسرے خطوط جو نجیب الدولہ اور دوسرے امراء و وزراء کے نام لکھے گئے ہیں ان سب کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد فاضل مرتب کے اس خیال سے کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ پانی پت کا میدان جس نے یک بیک ہندوستان کی تاریخ کا رخ پلٹ دیا دراصل حضرت شاہ ولی اللہ کا ہی سجایا ہوا تھا۔

اگرچہ حضرت شاہ صاحب اپنی تمنا کے مطابق اسلامی اور پائیدار مرکزی حکومت قائم کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یں کامیاب نہ ہوسکے لیکن اس کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ مرہٹوں کی طاقت کو پاش پاش کرکے شاہ صاحب کی کوششوں نے جو انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ مرہٹہ گردی کی دجہ سے خلق خدا بلا تفریق مذہب و ملت جس عذاب الیم میں مبتلا تھی اس سے نجات مل گئی اور دلی سلطنت کے تن مردہ میں اتنی جان ضرور پیدا ہوگئی کہ تقریباً سو سال تک اور زندہ رہ سکی۔

اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب دینا بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) کیا حضرت شاہ صاحب محب وطن تھے؟ اگر تھے تو انھوں نے ایک غیر ملکی بادشاہ کو اپنے ملک پر حملہ کرنے کی کیوں دعوت دی؟

(۲) حضرت شاہ صاحب ملک میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے تو اس سے متعلق ان کا نقطہ نظر فرقہ دارانہ تھا یا غیر فرقہ دارانہ؟ اگر غیر فرقہ دارانہ تھا تو پھر وہ اپنے خطوط میں اسلامی حکومت قایم کرنے کی تمنا کیوں ظاہر کرتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ بے شبہ حضرت شاہ صاحب محب وطن تھے اور اتنے ہی جتنا کہ ان آریہ ورت کا کوئی چار ہزار برس کا باشندہ ہوسکتا ہے لیکن اگر گھر میں آگ لگ رہی ہو اور خود گھر والے اس کو بجھانے اور اس پر قابو پانے پر قادر نہ ہوں تو کیا اس وقت باہر والوں کو امداد کے لئے بلانا گھر سے غداری اور خود کشی نہیں ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کی طاقت کو زیر و زبر کیا اور اب پورے ہندوستان میں کوئی طاقت اس کی حریف نہیں ہوسکتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ نجیب الدولہ کو امیر الامراء بناکر واپس چلا گیا اور خود اس نے اپنی حکومت قائم نہیں کی ایک مورخ یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ حضرت شاہ صاحب کے اشارہ و ایماء پر ہی ہوا جنہوں نے اپنے گھر کو درست کرنے کے لئے بیرونی امداد تو لی لیکن اپنے ملک پر بیرونی طاقت کا تسلط گوارا نہیں کیا رہا امداد کے لئے بلانا! تو واقعہ یہ ہے کہ مرہٹوں نے اس ملک میں اس قدر مضبوط اقتدار قایم کر لیا تھا اور ان کی وجہ سے پورے ملک میں عام تباہی و بربادی اس درجہ پھیلی ہوئی تھی کہ بیرونی امداد کو طلب کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ چنانچہ اس معاملہ میں حضرت شاہ صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکیلے نہیں بلکہ خود نجیب الدولہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہندو راجہ مہاراجہ احمد شاہ ابدالی سے امداد کے خواہاں تھے۔ سیر المتاخرین کے الفاظ یہ ہیں

نجیب الدولہ و راجہائے ہندوستان از	نجیب الدولہ اور ہندوستان کے راجہ مہاراجوں
دست مرہٹہ و عماد الملک بجاں آمدہ زوال	نے مرہٹوں اور عماد الملک کے ہاتوں اپنے ملک
دولت و ملک خود از دست برد مرہٹہ	و دولت کا زوال بچشم خود دیکھ کر احمد شاہ ابدالی
برائے العین مشاہدہ نمودہ عرائض استدعا	کو درخواستیں بھیجیں اور ہندوستان میں اس کے
بخدمت احمد شاہ ابدالی نگاشتہ خواہاں	ورود کے خواہاں ہوئے۔
ورود او شدند	

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ مرہٹوں کی تاریخ سے ظاہر ہے اور خود ہندو ارباب قلم نے اس کی تصریح کی ہے یہ لوگ انسانیت اور شرافت کے دشمن تھے اور کوئی ظلم و ستم ایسا نہیں تھا جو انھوں نے ہندو، مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ پر روا نہ رکھا ہو بس یہ ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کا ابدالی کو بلانا وطن کی محبت اور اہل ملک کی خیر خواہی کے جذبہ سے ہی تھا اور اس میں وہ بالکل حق بجانب تھا۔ اگر حضرت شاہ صاحب کے پیش نظر صرف مسلمانوں کی خیریت اور بھلائی ہوتی تو وہ نجیب الدولہ کو دہلی بلاتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ " ذمیاں " یعنی غیر مسلموں کی بھی صراحت نہ کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے لئے بھی امن و امان کی درخواست نہ کرتے اسی طرح حضرت شاہ صاحب احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کے ظلم و ستم کا حال لکھتے ہیں تو اس میں بھی صاف لکھتے ہیں کہ۔

"از مسلمانان و ہنود باج گرفتند و آں را چوتھ نام نہادند"

اب رہا دوسرا سوال یعنی یہ کہ اگر حضرت شاہ صاحب کا نقطۂ نظر غیر فرقہ وارانہ تھا تو وہ اسلامی حکومت کیوں قایم کرنا چاہتے تھے تو ہمیں سخت افسوس ہے کہ پروفیسر محمد حبیب نے زیر تبصرہ کتاب پر اپنے مقدمہ میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے ایک ایسا فقرہ لکھ دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے جس نے اس کتاب کے سارے حسن کو برباد کر دیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں

"حالات بالا میں یہ ناگزیر تھا کہ اس عہد کا ایک فاضل جو قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب کا حامل تھا "قدیم حقائق" کے نام پر اپیل کرے"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو "قدیم حقائق" کہنے سے بڑھ کر اسلام کی نسبت کوئی اور غلط فہمی جو کم از کم مسلم یونیورسٹی کے ایک فاضل مسلمان پروفیسر سے ہرگز متوقع نہیں ہونی چاہئے اصل یہ ہے کہ اسلام آج کل کی اصطلاح میں کوئی فرقہ وارانہ مسلک یا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ بنی نوع انسان کی بھلائی کا ایک ایسا ہمہ گیر اور جامع نظام ہے جس میں فرقہ پروری کی کہیں گنجائش ہی نہیں ہے اس بنا پر حضرت شاہ صاحب جب اسلامی حکومت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد کوئی فرقہ وارانہ دستور یا قانون نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصد تمام انسانوں کی بھلائی کا وہ جامع نظام ہوتا ہے جو کسی انسان کے دماغ کی اختراع نہیں بلکہ خود خدا کا بنایا ہوا ہے مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبۂ سیاسیات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج سے دو سو ڈھائی سو برس پہلے نہیں بلکہ آج بھی جب کہ انسانی علوم و فنون اپنے انتہائی نقطۂ عروج کو پہنچ گئے ہیں پوری دنیا کے لئے اگر کوئی صالح تر اور تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا کفیل و ضامن کوئی نظام ہے تو وہ وہی اسلام ہے جسے انھوں نے قدیم حقائق کہہ کر حضرت شاہ صاحب کی طرف سے ایک طرح کی معذرت کی ہے اس نظام کی بہتری و عمدگی کے ثبوت کے لئے کیا یہ واقعہ کافی نہیں ہے کہ مرہٹے ملک میں ہندو راج قایم کرنا چاہتے تھے لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ وہ اس ملک کے لئے کیسی ایک بلائے ناگہانی بن گئے تھے لیکن اس کے برخلاف نجیب الدولہ جو حضرت شاہ صاحب کے اشاروں پر چلتا ہے بستر مرگ پر پڑا ہوا ہے اور اپنی فوج کو حکم دیتا ہے کہ گڑھ مکتیشر کے ہندو یاتریوں کی حفاظت کی جائے اور انھیں کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(زوال دولت مغلیہ ج ۲ ص ۱۵۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرجادونا تھ سرکار لکھتے ہیں:۔ "پرامن اور نرم گورنمنٹ جو نجیب الدولہ نے اپنے علاقوں میں قایم کر رکھی تھی اس کی وجہ سے اس نے ایک بڑا خزانہ جمع کر لیا یہ خزانہ لوٹ مار کے ذریعہ فراہم نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک خوشحال ریاست کی زائد آمدنی سے جو روپیہ بچتا اور پس انداز ہوتا تھا اس سے جمع ہوا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجیب الدولہ کے انتقال کے بعد ضابطہ خاں جو اس کا جانشین ہوا تو وہ جاٹ بادشاہ کے بعد شمالی ہندوستان کا سب سے زیادہ متمول فرمانروا تھا

(زوال دولت مغلیہ ج ۲ ص ۱۶م)

فاضل مرتب قارئین برہان کے لئے غیر معروف نہیں ہیں وہ دس بارہ سال سے مشائخ چشت پر بڑی محنت اور تحقیق سے کام کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں اب تک دو جلدیں مکمل کر چکے ہیں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اشاعت و نشر کا بھی جلد کوئی بندوبست فرمائے تاکہ یہ گنجہائے شائگان عام ہو سکیں حضرت شاہ ولی اللہ کو ہندوستان اور عالم اسلام میں جو مقام رفیع حاصل ہے اگر ان کو یورپ میں بھی یہ مقام حاصل ہوتا اور پھر ان خطوط کو انگریزی زبان میں اس عمدگی اور قابلیت کے ساتھ مرتب کیا جاتا تو بے شبہ یورپ کا بڑے سے بڑا ناشر کتب اس مجموعہ کو مرتب سے لینے کی کوشش کرتا اور اتنا معاوضہ پیش کرتا کہ مرتب فکر معاش سے بے نیاز ہو کر اپنی پوری زندگی علمی کاموں کے لئے وقف کر دیتا لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں جہاں آج ہر طرف اردو زبان کے مٹنے کا ماتم برپا ہے علمی اور ٹھوس کاموں کی ناقدری کا یہ عالم ہے کہ تمام مصارف کتابت وطباعت بھی خود فاضل مرتب کو برداشت کرنے پڑے ہیں، قوم میں اگر علمی کاموں کی ناقدری کا یہی حال رہا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اردو آئندہ چل کر صرف افسانوں اور ناولوں کی زبان ہو کر نہ رہ جائے گی۔

© rasailojaraid.com